گوشہ علمی و تعلیمی خبریں

مرتب: پروفیسر ڈاکٹر فرحت ڈاکٹر مسز بشریٰ بیگ

سندھ میں تعلیمی بحران، کرپشن و مسائل

پروفیسر ہارون رشید: سابق ڈائریکٹر کالجز کراچی

چہ دلاور است دُزدے کہ بکف چراغ دارد (چور کس قدر بہادر ہے کہ چراغ ہتھیلی پر لئے گھومتا ہے) کی مثال تعلیم کے ضمن میں حکومت سندھ اور محکمہ تعلیم کی حالیہ کارکردگی اور متوقع اقدامات پر مکمل صادق آتی ہے۔ سندھ کے تمام امتحانی بورڈز اور اب کراچی یونیورسٹی میں بھی نقل مافیا جس مکمل پشت پناہی کے ساتھ سرگرم عمل ہے، اس کا تذکرہ اور تجزیہ کرتے ہوئے شرم آتی ہے اور اس پر مستزیہ کہ نقل مافیہ کے ذمہ داروں کو جنہیں غالباً محض اشک شوئی اور رائے عامہ کے شدید احتجاج کو وقتی طور پر دبانے کے لئے منظر سے ہٹایا گیا تھا، دوبارہ تعینات کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اُدھر کراچی یونیورسٹی میں بی کام کے امتحانات میں کھلے بندوں نقل کے معاملات پر دانستہ چشم پوشی کی جارہی ہے اور مصلحتاً شناخت شدہ مافیا کو نظرانداز کیا جارہا ہے۔ اندرون سندھ کے بورڈز اور یونیورسٹیز کا حال سب پر کہے بغیر واضح ہے۔ امتحانات اور خفیہ امتحانی عمل کے نظام secracy کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ نتیجتاً اندرون سندھ ہر سطح کی تعلیم غیر معتبر اور غیر معیاری ہوکر رہ گئی ہے۔

کراچی میٹرک بورڈ میں چیئرمین کے عہدے پر ایک سرکردہ بیوروکریٹ کو تعینات کر دیا گیا ہے، جنہیں سول سروس کے نشیب و فراز اور جزا و سزا کا تو خوب تجربہ ہے، مگر معذرت کے ساتھ نظام امتحانات، تعلیمی نصاب، طلبہ، اساتذہ و سرپرستوں کے خلاف کرپٹ مافیا اور اس کے ہتھکنڈوں کا کوئی عملی تجربہ نہیں ہے۔ اُن کی مثبت کارکردگی کے لئے صرف دُعا ہی کی جاسکتی ہے۔ اُدھر اسکولوں کی اساتذہ تنظیمیں، حسب روایت اُن کا گرم جوشی سے استقبال کررہی ہیں اور ایک

نئے نجات دہندہ کی آس میں ناحق کانچ کے ٹکڑے اپنے دامن میں جمع کر رہی ہیں، ورنہ ہمارا تجربہ ہے کہ اب شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں ہے۔ اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ کس سے پیمانِ وفا باندھ رہی ہے بلبل۔

حیرت اور افسوس کی بات یہ ہے کہ کراچی میٹرک بورڈ جس میں کرپشن کے تمام ریکارڈ توڑ دیئے گئے تھے اور جس کے افسران کی لوٹ کھسوٹ اور علمی نااہلی کے چرچے زبان زد خاص و عام تھے، یک سر فراموش کر دینے کی باتیں کی جا رہی ہین۔ شتر مرغ کی طرح ہوسکتا ہے تعلیمی سیکریٹریٹ کے افسران اپنی آنکھیں بند کرلیں اور کرپٹ برطرف شدہ ذمّے داروں کی بحالی کی سمری پر دستخط کر دیں، مگر عوام الناس اور باخبر رائے عامہ کی یادداشت اتنی کمزور نہیں ہے اور نہ ہی اُن کی آنکھوں میں دھول جھونکی جاسکتی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے کہ کرپٹ مافیا کو ہمیشہ کے لئے بلیک لسٹ کیا جاتا۔ بورڈز اور یونیورسٹی میں ان کی تعیناتی سے قبل اور بعد کے اثاثوں کی چھان بین کی جاتی، مگر بوجوہ اپنے اقدامات اور فیصلوں کے آثار نہیں دکھائی دیتے رہ گئی بات اُن کی علمی اہلیت اور استعداد کی، تو کم از کم ان کا، مقابلے کے کسی بھی ابتدائی امتحان کا ٹیسٹ لے لیا جائے تو مجاز اتھارٹی کو ان کی علمی قامت کی درازی کا اندازہ ہو جائے گا۔

پاکستان کی جامعات کا حال اس سے سوا ہے، اُن میں وائس چانسلر کے عہدے پر تقرری کا ایک واضح اصول مقرر ہے، سرچ کمیٹی کی متفقہ سفارش سے ہٹ کر اس عہدے پر تقرری نہیں کی جاسکتی۔ شرح کمیٹی میں چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ، گورنرز، وزیراعظم آزاد کشمیر اور اس کے چیف ایگزیکٹو صدر پاکستان ہیں، جو سفارش کردہ تین امیدواروں میں سے کسی ایک کی منظوری دیتے ہیں۔ اسی طرح گورنر بھی صوبے میں کسی ایک نام پر متفق ہو جاتے ہیں۔

مگر سندھ کی یونیورسٹیز اس اکیڈمک طریقہ کار سے ہٹ کر من مانے اصولوں پر عمل پیرا ہیں۔ حالیہ اطلاعات کے مطابق چانسلر سندھ یعنی گورنر بھی سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی سبکدوشی کے معاملے میں بادل نخواستہ مجبور ہیں۔ جس کا واضح ثبوت وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی،

پروفیسر مظہر الحق ص. لقا، کی قبل از وقت سبکدوشی اور ڈاکٹر نذر مغا .کا وی سی کے عہدے پر تقرری ہے۔

اُدھر سندھ کی دیگر یونیورسٹیز میں زائد العمر افراد ۹۰ برس تک مسلسل ملازمت میں توسیع حاصل رہے ہیں۔ سندھ کے تمام امتحانی بورڈز میں بھی توسیع ملازمت کا سلسلہ جاری ہے۔ کراچی یونیورسٹی کے روز بہ روز بگڑتے حالات انتظامی اور اکیڈمک سطح پر total collapse کا پتا دے رہے ہیں۔ اپنے عہدوں کو بچانے کی خاطر گورنر سیکرٹریٹ میں سب ٹھیک ہے کی اطلاعات قطعی گمراہ کن ہیں۔ گزشتہ مسلسل تین سال سے کراچی یونیورسٹی کے سالانہ کنونشن میں گورنر سندھ کی عدم شرکت خود یونیورسٹی کے حالات اور انتظامیہ پر عدم اعتماد ہے۔ ان حالات میں کرپٹ مافیا کا سرگرم عمل ہونا، دیانت دار اور بے باک انتظامیہ کے خلاء کو فطری طور پر پُر کرنے کے مترادف ہے۔ مجاذ اتھارتی گورنر سندھ فوری طور پر اس صورت حال کا نوٹس لیں۔

سندھ کے وزیر تعلیم کا حالیہ فیصلہ جس کے تحت کالجوں سے یونیفارم کا خاتمہ اور لڑکیوں کے یونیفارم میں تبدیلی ایک نئے پنڈورا بکس کھلنے کا منتظر ہے۔ صوبائی وزیر تعلیم کو یونیفارم جیسے منظم انسٹی ٹیوشن کو ختم کرنے اور تبدیل کرنے کی بلاوجہ نہیں سوجھی، وزارت تعلیم، اس فیصلے کے اثرات اور ردعمل سے بہ خوبی واقف ہے۔ تعلیمی اداروں سے یونیفارم کا خاتمہ دراصل ایک جاگیردارانہ سوچ ہے اور موجودہ طبقاتی نظام تعلیم کو مزید تحفظ فراہم کرنے کی دانستہ کوشش ہے۔

کیا وزیر موصوف کے علم میں نہیں کہ یونیفارم غریب اور امیر طلبہ کے درمیان یکساں سوچ اور فکر کی آئینہ دار ہے، مخصوص رنگ کا یہ لباس طالب علم اور غیر طالب علم کے درمیان حد فاصل ہے، یہ تعلیمی اداروں میں ڈسپلن اور انفرادیت کو قائم کرنے کا ذریعہ ہے۔ یونیفارم تیار کرنے والے سیکڑوں افراد کا روزگار اس سے قائم ہے۔ یونیفارم غریب کا ستر پوش ہے۔

ہونا تو چاہئے تھا کہ تعلیمی اداروں کے اساتذہ کے لئے گاؤن پہننا لازمی قرار دیا جاتا اور اداروں سے غیر پسندیدہ سماجی عناصر کو پاک کرنے کے لئے یونیفارم کی لازمی پابندی کے نئے